أحكام الصلاة على الجنازة في المسجد

مسجد میں نمازِ جنازہ کا حکم

مؤلف

العلامة قاسم بن قطلوبغا الحنفي

(المتوفی ۸۷۹ھ)

ترجمہ وتحقیق وتخریج

شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

رئیس دار الافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

جمعیّت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

أَحكامُ الصَّلاة عَلَى الجَنازةِ فى المَسجِد

(مسجد میں نمازِ جنازہ کا حکم)

مُصنِّفہ

علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی

(المتوفی ۸۷۹ھ)

ترجمہ و تحقیق و تخریج

شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

رابطہ: 021-32439799

نام کتاب : أحكامُ الصّلاة علَى الجَنَازَة فى المَسجِد

تصنیف : علامہ قاسم بن قطلو بغا الحنفی

ترجمہ و تحقیق و تخریج : شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

سن اشاعت : محرم الحرام 1435ھ۔دسمبر 2013ء

سلسلہ اشاعت نمبر : 236

تعداد اشاعت : 3300

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

نوٹ

کتاب کے آخر میں سن 2014ء کی ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے فارم شائع کر دیا گیا ہے۔ برائے مہربانی 10 جنوری 2014ء سے پہلے ممبر شپ فارم پُر کر کے روانہ کر دیں۔ 10 جنوری کے بعد موصول ہونے والے فارم کو جنوری 2014ء کی کتاب پوسٹ نہیں کی جائے گی۔

ایڈریس صاف ستھرا لکھیں اور اس پر اپنا فون نمبر ضرور لکھیں۔

منی آرڈر پر زیادہ تفصیلی بات لکھنے سے گریز کریں، صرف اپنا نام اور ایڈریس اور فون نمبر تحریر کریں۔ اگر سابقہ ممبر ہے تو سابقہ ممبر شپ نمبر بھی تحریر کریں۔

پیش لفظ

احکام اسلامیہ کی اساس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے ارشادات پر استوار ہے اسی لئے امت مسلمہ کو اپنے جمیع معاملات میں اُن کی جانب رجوع کا حکم دیا گیا۔ اور اس کے لئے اوامر کو فرائض، واجبات، سنن، مستحبات میں اور منہیات کو حرام، مکروہ میں تقسیم کیا گیا اور پھر مکروہ کو دو حصوں تحریمی اور تنزیہی میں بانٹا گیا ہے اور انہی منہیات میں سے ایک مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا ہے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس سے ممانعت کے بارے میں صریح ارشاد "من صلّی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیٔ لہ" کہ "جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے کچھ (ثواب) نہیں" موجود ہے جسے محدّثین کرام اور فقہاءِ اعظام نے اپنی اپنی کُتب میں روایت اور نقل کیا ہے، بعض نے "فلا شیٔ لہ"، بعض نے "فلا أجر لہ" کے الفاظ سے، بعض نے "فلا صلاۃ لہ" کے کلمات روایت کیا۔

نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کو سمجھنے کے لئے جب نبی کریم ﷺ کے مبارک عمل کو دیکھا گیا تو ہمیں ملا کہ آپ ﷺ نے نجاشی کی نماز جنازہ عیدگاہ میں ادا فرمائی جب کہ بظاہر سامنے جنازہ بھی موجود نہ تھا جیسا کہ "صحیح مسلم" (برقم:٦٢۔(٩٥١)) میں ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا اپنے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھنا مروی ہے جیسا کہ "کتاب الاباطیل و المناکیر و الصحاح و المشاھیر" (برقم:٤٤١، ص٢٢٧) میں اور "زاد المعاد لابن القیم" (٢١٣/١) میں ہے۔

پھر ہم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عمل سے اس مسئلہ کی وضاحت چاہی تو ہمیں ملا کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جنازہ کو مسجد میں لانے کا کہا تا کہ مسجد میں نماز جنازہ ادا ہو اور اس میں وہ بھی شریک ہو سکیں تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس سے انکار فرمایا، اس پر اُمّ

المؤمنین نے نبی کریم ﷺ کے ایک بار مسجد میں نماز جنازہ ادا فرمانے کا تذکرہ کیا، پھر بھی صحابہ کرام جنازہ کو مسجد میں نہ لائے اور انکار کرنے والے مہاجرین وانصار صحابہ کرام تھے اور اگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی کراہت معروف نہ ہوتی تو وہ ازواج مطہرات کا انکار نہ فرماتے۔اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے فرمایا تھا کہ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی جیسا کہ "جامع الاصول" (۳۹۲/۵)اور "کتاب المیسر شرح مصابیح السنّہ" (۳۹۲/۲) میں ہے۔

نبی کریم ﷺ کی سنّت رابتہ یہ ہے کہ آپ نماز جنازہ مسجد کے باہر پڑھایا کرتے تھے بسا اوقات مسجد میں پڑھائی جیسے ابن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی لیکن یہ آپ کی مبارک سنت وعادت نہ تھی جیسا کہ ابن القیم کی "زاد المعاد" (۲۰۹،۲۰۷/۱) میں ہے، علامہ ابن قیم نے اس کے بعد یہ بھی لکھا کہ حق وہی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا بے شک نبی کریم ﷺ کی سنت نمازِ جنازہ مسجد سے باہر پڑھنا ہے مگر کسی عذر کی وجہ سے۔

اور محمد عبد القادر عطا نے لکھا کہ نبی کریم ﷺ سے یہ محفوظ نہیں کہ آپ نے ابن البیضاء کے غیر پر مسجد میں نماز جنازہ پڑھائی ہو اور جب نجاشی کے وصال کی خبر دی تو صحابہ کرام کو لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے، نجاشی کی نمازِ جنازہ مسجد میں ادا نہ فرمائی باوجود اس کے کہ میت بظاہر غائب تھی تو جب میت موجود ہو تو اَولیٰ ہے کہ اس پر مسجد میں نماز نہ پڑھی جائے جیسا کہ تحقیق عبد القادر عطا علی السنن الکبری للبیهقی (۸۶/۴، برقم:۷۰۴۰) میں ہے۔

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل یہ تھا کہ وہ مسجد میں نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے جیسا کہ "المصنّف لابن أبي شيبه" (۳۴۴/۳، برقم:۱۳۰۱) میں ہے اور اسی طرح مروی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جب آتے اور انہیں نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے صرف مسجد میں جگہ ملتی تو وہ لوٹ جاتے، نمازِ جنازہ نہ پڑھتے جیسا کہ امام ابوداؤد طیالسی (برقم:۲۴۴۹، ۶۵۵/۲) میں روایت کیا اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے "اتحاف الخیرة المنهرة" (۵۱۰/۲، برقم:۲۶۰۶) میں نقل کیا ہے۔

اور صالح تابعی اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

کو دیکھا جنازہ مسجد میں رکھا گیا تھا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مسجد کے سوا کہیں اور جگہ نہ ملی تو آپ لوٹ گئے اور نماز جنازہ نہ پڑھی۔(۱)

اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور امّ المؤمنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مروی ہے کہ ان کی نماز جنازہ جنت البقیع میں ادا کی گئی، امام حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے اور نمازِ جنازہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما موجود تھے۔(۲)

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے، آپ نماز جنازہ قبرستان میں ادا کرتے جیسا کہ "الناسخ و المنسوخ" (حدیث آخر فی الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد، ص۱۸۹) میں ہے۔

اور علامہ ابن النجار اور علامہ ابن الضیاء حنفی نے تو یہاں تک نقل کیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مسجد نبوی کے ہر دروازے پر زنجیر بنوانے کا ارادہ فرمایا جو چوپایوں کو مسجد میں داخل ہونے سے مانع ہو، انہوں نے ایک دروازے پر ایسا کیا اور باقی پر انہوں نے نگہبان کھڑے کر دیئے جو لوگوں کو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے روکتے۔(۳)

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ مسجد میں مطلقاً نماز جنازہ منع ہے چاہے میت مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر، مقتدی مسجد میں ہوں یا باہر، بہر حال مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ اسی وجہ سے ہمارے ائمہ احناف نے مسجد میں نماز جنازہ کو مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ امام طحاوی لکھتے ہیں: مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے یہ قول امام ابوحنیفہ، امام محمد اور امام ابو یوسف کا ہے۔(۴)

۱۔ اتحاف الخيرة المهرة، برقم: ٢٦٠٦، ٥١٠/٢

۲۔ حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص ٥٩٥

۳۔ تاريخ المدينه لابن النجار، ص ٢٢١، و تاريخ مكة المشرفة و المدينة المنورة، الفصل السادس، ص ٢٨٣

٤۔ شرح معاني الآثار، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنازة، هل ينبغي أن تكون

اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ ممنوع ہے۔(۵)

اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مکروہ نہیں ہے جیسا کہ "زبدۃ الأحکام" (فصل فی الصلاۃ الجنازۃ، ص۱۷۹، ۱۸۰) میں ہے۔

اور احناف کے ہاں ظاہر الروایت کے مطابق مطلقاً کراہت ہے جس کا مطلب ہے کہ چاہے میت مسجد میں ہو یا خارج مسجد جیسا کہ اس رسالہ میں اور "ردّ المحتار" (کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنائز، مطلب: فی کراہیۃ صلاۃ الجنازۃ فی المسجد) کے حوالے سے مذکور ہے۔

اور یہ بات کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی تو مصنّف نے اس رسالہ میں ثابت کیا ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے، چنانچہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ شامی لکھتے ہیں: علامہ قاسم کا ایک خاص رسالہ ہے جس میں انہوں نے ہمارے ائمہ ثلاثہ (امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد علیہم الرحمہ) سے کراہت نقل کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ کراہت تحریمیہ ہے۔(۶)

ہاں اگر کوئی شرعی عذر ہو تو مکروہ نہیں ہے جیسا کہ "حاشیہ الطحطاوی" علی مراقی الفلاح، فتاویٰ ہندیہ اور فتاویٰ واحدی وغیرہا میں ہے۔

اور یہ رسالہ علامہ قاسم حنفی کی تصنیف ہے جو کہ اُن کے مطبوع مجموعہ رسائل میں موجود ہے اور علامہ قاسم حنفی صاحب فتح القدیر کے شاگرد اور فقہاء احناف میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ اس موضوع پر احقر کا بھی ایک رسالہ موجود ہے جو کئی سال قبل لکھا مگر ترتیب نہ ہونے کی وجہ سے ہنوز شائع نہ ہو سکا۔

علامہ قاسم کے رسالہ کا اردو ترجمہ جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۳۶ ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے، امید ہے عوام و خواص کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

احقر محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم دار الحدیث والافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

۵۔ اکمال المعلم بفوائد المسلم، ۳/۴۴۶

احوالِ مصنّف

امام، مُحدّث، حافظ، علامہ، فقیہ، مفتی، زین الدّین، شرف الدّین، ابو العدل قاسم بن قُطلُو بُغا بن عبداللہ ہے، لیکن آپ ''قاسم الحنفی'' کے نام سے زیادہ مشہور ہوئے۔

آپ کی ولادت محرم الحرام ۸۰۲ھ بمطابق ۱۳۹۹ء میں ہوئی۔ آپ کے بچپن میں ہی آپ کے والد کا انتقال ہوگیا اِسی طرح آپ نے یتیمی میں پرورش پائی، جب آپ جوان ہوئے تو طلبِ معاش کیلئے آپ نے کپڑوں کی سلائی کا کام شروع کیا اور اِس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم بھی حفظ کیا۔

آپ پہلے ہی بہت ذہین تھے، پھر طلبِ علم کے لئے آپ علیہ الرحمہ نے تجویدِ قرآن ''الزراتیتی'' سے پڑھی، اور علومِ حدیث ''تاج احمد الفرغانی النّعمانی قاضیٔ بغداد اور ''حافظ ابن حجر'' سے پڑھی۔ اور آپ نے فقہ علامہ محمد بن عبدالواحد المعروف ابن الہمام اور ''العلاء البخاری'' اور صاحب ''قارء الہدایۃ'' اور المجد الرومی اور عبداللطیف الکرمانی وغیرہم سے پڑھی۔ اِسی طرح آپ نے علمِ اصول، علمِ فرائض، علمِ میقات، علمِ معانی و بیان، علمِ منطق وغیرہا مختلف علماء سے پڑھ کر مہارت حاصل کرلی۔ پھر مزید علم کے حصول کے لئے آپ نے شام کے طرف سفر کیا۔

آپ نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد تدریس شروع کی۔ آپ نے حدیث شریف کا درس دیا۔ آپ سے کثیر علماء نے علم حاصل کیا ہے۔ اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں: شمس الدین مغربی، ابو اسحاق خجندی، ابن اسماعیل جوہری، بدر طولونی، بدر الدین قاہری، ابن العینی، علاء سکندری، ابن صیرفی، ابن الغزال، ابوفضل عراقی۔

آپ ہمیشہ تصنیف وتالیف میں مشغول رہتے تھے، آپ نے بے شمار کتابیں لکھی ہیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

تبـويـب مُسنَد أبى حنيفة، ٥ ـ الأجوبة عن اعتراض ابن أبى شيبة على أبى حنيفة، ٦ ـ زوائد سُنَن الدّا رقطنى، ٧ ـ شرح كتاب جامع المسانيد للخوارزمى، ٨ ـ تاج التّراجم، ٩ ـ الإيثار برجال معانى الآثار، ١٠ ـ الثّقات ممن لم يقع فى الكتب السّتة، ١١ ـ تخريج أحاديث الشّفا بتعريف حقوق المصطفى، ١٢ ـ منية الألمعى بما فات الزّيلعى، ١٣ ـ التّصحيح و التّرجيح على مختصر القدورى، ١٤ ـ شرح دُرَر البحار، ١٥ ـ شرح المُختار، ١٦ ـ شرح النّقاية مختصر الوقاية، ١٧ ـ الفتاوى القاسمية، ١٨ ـ رسالة اذا لم يجد وقت العشاء و الوتر، ١٩ ـ حاشية على التّلويح، ٢٠ ـ حاشية على شرح العقائد، ٢١ ـ شرح المسايرة لابن الهمام، ٢٢ ـ رسالة فى الكفر، ٢٣ ـ تلخيص السّيرة النّبوية لمغلطاى، ٢٤ ـ ذكر مناقب الإمام الأعظم و أبى يوسف و محمد بن الحسن و زفر، ٢٥ ـ الواقعات

آپ پیدل زیادہ چلتے تھے، جس کی وجہ سے آپ کو سلس البول کی بیماری لاحق ہوئی۔ ایک مدّت تک اِس مرض میں مبتلا رہ کر ۷۷ سال کی عمر میں جمعرات کی رات ۸۷۹ھ بمطابق ۱۴۷۴ء کو وفات پا گئے۔

قاضی القضاۃ علامہ ولی الدین الأسیوطی نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور عقبہ بن عامر کے طرف منسوب باب المشھد کے پاس آپ کے آباء و اولاد کے ساتھ دفن کیا گیا۔

أَحكامُ الصّلاة علَى الجَنَازة فى المَسجد

(علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی نے) فرمایا کہ شیخ الاسلام سعد الدین دیری (حنفی متوفی ۸۶۸ھ) کے ابراہیم بن جیعان کی ''نمازِ جنازہ'' جامع ازہر میں پڑھانے سے بعض لوگوں نے گمان کیا اس میں ہمارے (یعنی احناف کے) نزدیک کوئی کراہت نہیں ہے اور یہ کہ اس کے ترک (یعنی مسجد میں نمازِ جنازہ کے ترک) اور میرے بعض لوگوں کی نماز جنازہ رحاب میں پڑھانے کے کوئی معنی نہیں ہیں، پس مجھ سے سوال کیا؟

تو میں نے کہا کہ منقول منع ہی ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی (متوفی ۱۸۹ھ) نے اپنی ''موطأ'' میں فرمایا کہ

''لا يُصلَّى على جنازةٍ في المسجد'' (۱)

یعنی، مسجد میں نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے۔(۲)

اور امام طحاوی نے ''معاني الآثار'' (۳) میں فرمایا مسجد میں نمازِ جنازہ کی ممانعت اور

۱۔ الموطأ برواية الإمام محمد بن الحسن، أبواب الجنائز، باب الصلاة الجنازة فى المسجد، ص ۱۱۱

۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا کہ حافظ زین الدین قاسم نے ''موطا'' میں امام محمد کے قول مطلق منع کی بنا پر پہلے قول (یعنی کراہت تحریمی) کو ترجیح دی ہے۔ (ردّ المحتار علی الدّر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، ۱۴۸/۳)، اور امام محمد علیہ الرحمہ کے اس قول اس کے تحت شارح علامہ عثمان بن سعید الکماخی متوفی ۱۱۷۱ھ لکھتے ہیں کہ بعض فضلاء نے فرمایا کہ مسجد سے مراد محلے کی مسجد ہے، اور ''محیط'' میں ذکر کیا گیا کہ مسجد جامع میں نمازِ جنازہ مکروہ ہے جیسا کہ محلے کی مسجد میں (المهيا فى كشف أسرار الموطأ، أبواب الجنائز، باب الصّلاة الجنازة فى المسجد، ۱۰۸/۲)

۳۔ شرح معاني الآثار، كتاب الجنائز، باب الصّلاة على الجنائز، هل ينبغي أن يكون فى المسجد أو لا؟ ...

اس کی کراہت، یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد (علیہما الرحمہ) کا قول ہے اور امام ابو یوسف (علیہ الرحمہ) کا بھی یہی قول ہے سوائے اُن کے کہ اصحابِ اِملاء نے اُن سے روایت کیا ہے کہ مسجد جب صرف نمازِ جنازہ کے لئے ہو تو اُس میں نمازِ جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(٤)

اور صاحبِ ہدایہ کا "مختاراتُ النوازل" (٥) میں قول ہے کہ ہمارے نزدیک حدث کی وجہ سے "ظاھر الروایت" کے مطابق اُس مسجد میں نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے کہ جس میں جماعت ہوتی ہے، چاہے میت مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو۔(٦)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب میت مسجد سے باہر ہو تو مکروہ نہیں ہے۔(٧)

اور "محیط" میں فرمایا کہ مسجد میں نمازِ جنازہ مکروہ ہے برخلاف امام شافعی کے۔(٨)

٤۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ کی ممانعت اور اس کی کراہت امام ابو حنیفہ اور امام محمد (علیہما الرحمہ) کا قول ہے اور امام ابو یوسف (علیہ الرحمہ) کا بھی یہی قول ہے اور آپ نے اس پر طویل کلام فرمایا اور ثابت کیا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ کا جواز بھی منسوخ ہو گیا اور اُن کی صاحبِ بحر نے "بحر الرائق" میں اتباع کی اور اسی کی تائید سید عبدالغنی (نابلسی) نے بھی اپنے رسالے "نزھة الواجد فی حکم الصلاة علی الجنائز فی المساجد" میں کی ہے۔
(ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، ١٤٨/٣)

٥۔ مختاراتُ النّوازل، کتاب الصلاة، باب غسل المیت و الصلاة علیه، ق٤٣/أ

٦۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، ١٤٨/٣

٧۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، ١٤٨/٣

٨۔ المحیط البرهانی، کتاب الصّلاة، الفصل الثّانی و الثّلاثون فی الجنائز، ٣٣٧/٢ و فیه: إنّما تکره الصّلاة علی الجنازه فی الجامع و مسجد الحیّ عندنا، و قال الشّافعی: لا تکره، یعنی نماز جنازہ ہمارے نزدیک صرف جامع اور محلے کی مسجد میں مکروہ ہے اور امام شافعی نے فرمایا مکروہ نہیں ہے، اس پر مزید کلام اسی کتاب کے کتاب الکراهیة و الاستحسان، الفصل الرّابع: الصّلاة و التّسبیح و تلاوة القران و الذّکر إلخ، ٣٤/٦۔٣٥ (٥٠٤/٧۔٥٠٥، برقم: ٩٤١٨، إدارة القران) میں ملاحظہ ہو۔

اور صحیح ہمارا قول ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"مَن صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيءَ لَهُ" (۹)

یعنی، جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی، اُس کے لئے کچھ نہیں۔ (۱۰)

۹۔ رواه الطّيالسي في "مسنده" (و ما أسند أبو هريرة من رواية صالح مولى التوأمة، برقم: ۲۴۲۹، ۲/۶۵۵) و عبد الرّزاق في "مُصنَّفه" (كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على الجنازة في المسجد، برقم: (۱۷۷۷)۔ ۶۶۰۶، ۳/۳۴۴) و أحمد في "مُسنَده" (۲/۴۴۴، ۴۴۵، ۵۰۵) و ابن أبي شيبة (باب من كره الصلاة على الجنازة في المسجد، برقم: ۱۲۰۹۷، ۷/۴۲۶، ۴۲۷) و ابن ماجة في "سُنَنه" (كتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنائز في المسجد، برقم: ۱۵۱۷، ۲/۲۳۹) و أبو داؤد في "سُنَنه"، (كتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنازه في المسجد، ۲/۱۰۱) و الطّحاوي في "شرح معاني الآثار"، (كتاب الجنائز، باب الصّلاة على الجنائز هل ينبغي أن يكون في المساجد أم لا؟، برقم: ۲۸۲۳۔ ۲۸۲۴، ۱/۴۹۲) و ابن الأعرابي في "معجمه" (برقم: ۱۲۴۴، ۲/۶۲۹) و ابن شاهين في "ناسخ الحديث و منسوخه" (كتاب الجنائز، حديث آخر: في الصلاة على الجنازة في المسجد، برقم: ۳۳۵۔ ۳۳۸، ص۱۸۷، ۱۸۸) و أبو نعيم في "الحلية" (بقيه ترجمة سفيان الثوري، ۷/۸۱) و ابن عدي في "الكامل" (ترجمة (۳/۹۱۰) صالح بن نيهان مولى التوأمة، مديني، ۴/۸۵)، و البيهقي في "السُّنَن" (......)، و معرفة السُّنَن و الآثار (برقم: ۲۳۰۹) و البغوي في "شرح السنّة" (كتاب الجنائز، باب الصلاة على الميت في المسجد، برقم: ۱۴۸۷، ۳/۲۴۶) و ابن الجعد في "مسنده" (من حديث أبي الحسن علي بن الجعد، من حديث محمد بن عبد الرحمن بن أبي ذئب إلخ، برقم: ۲۷۰۱، ۱۱/۴۰۴) من طرقٍ عن ابن أبي ذئب، عن صالح مولى التّوأمة، عن أبي هريرة رضي الله عنه به

۱۰۔ حدیث شریف میں ہے "مسجد میں" اور مسجد ظرف ہے، اب یہ فاعل یعنی نمازی کے لئے ظرف ہے یا مفعول یعنی میت کے لئے، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ "تلخیص الجامع الکبیر" اور اس کی "شرح" کے باب الحنث في البشتم میں ہے کہ فعل

کا مفعول میں اثر نہیں ہوتا جیسا علم اور ذِکر، اور کبھی ہوتا ہے جیسے مارنا اور قتل کرنا، جب کہا کہ مثلاً میں نے زید کو مسجد میں گالی دی تو اس وقت صرف گالی دینے والے کا اُس جگہ ہونا متحقّق ہوگا، برابر ہے کہ جسے گالی دی گئی وہ اس میں ہو یا نہ ہو کیونکہ گالی جسے دی گئی اُس کا بُرائی کے ساتھ ذِکر کرنا ہے، اور ذِکر ذاکر کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور اُس کا مذکور میں کوئی اثر نہیں ہوتا، کیونکہ گالی میت اور غائب کے حق میں بھی متحقّق ہو جاتی ہے پس فاعل کے مکان کا اعتبار کیا جائے گا، مگر کسی جگہ قتل اور ضرب اور اس کی مثل ہو تو مفعول کا اس جگہ ہونا متحقّق ہوگا چاہے فاعل بھی اس جگہ ہو یا نہ ہو کیونکہ یہ افعال ہیں جو اثر رکھتے ہیں اور جو محل کے ساتھ قائم ہوتے ہیں، پس مفعول بہ کا اس جگہ ہونا شرط ہوگا سوائے فاعل کے، کیونکہ جس شخص نے بکری ذبح کی بکری مسجد میں ہو اور وہ باہر ہو تو مسجد میں ذبح کرنے والا کہلائے گا برخلاف اس کے عکس کے، کیا نہیں دیکھا حرم میں شکار کی طرف تیر پھینکنے والا حرم میں شکار کو قتل کرنے والا قرار پاتا ہے، اگر تیر پھینکنے کا حال حِل میں ہو (یعنی تیر پھینکنے والا حرم سے خارج ہو) اھ ملخصاً، ار اس کی پوری تحقیق وہاں پر ہے چاہئے کہ وہاں رجوع کیا جائے۔

جب تم نے یہ جان لیا تو مخفی نہیں ہے کہ نمازِ جنازہ ایسا فعل ہے کہ جس کا مفعول (یعنی میت پر) کوئی اثر نہیں، وہ تو صرف نمازی سے قائم ہوتی ہے تو نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ ''جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی '' کا تقاضا یہ ہے کہ نمازی مسجد میں ہو چاہے میت مسجد میں ہو یا نہ ہو پس منطوق حدیث کو لیتے ہوئے وہ (یعنی نمازی کا مسجد میں ہونا) مکروہ ہے اور اس کی تائید اُس سے ہوتی ہے جسے علامہ قاسم (حنفی) نے اپنے رسالے میں ذِکر کیا کہ مروی ہے ''نبی کریم ﷺ نے جب نجاشی کے وصال کی خبر اپنے اصحاب کو دی نکلے پس عیدگاہ میں اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی'' (اس حدیث شریف کو امام ابوداوٗد نے ''سنن أبی داؤد'' کے کتاب الجنائز، باب فی الصلاۃ علی المسلم یموت فی بلاد الشرك، برقم: ۳۲۰۴، ۳/۳۵۲ میں، امام ابن ماجہ نے ''سنن ابن ماجه'' کے کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی النجاشی، برقم: ۱۵۳٤، ۲/۲٤۷، ۲٤۸ میں، اور ''مسند امام احمد'' ۳/٤٤٤ میں ملاحظہ فرمایئے) فرمایا اگر مسجد میں نمازِ جنازہ جائز ہوتی تو (نماز جنازہ کے لئے مسجد سے باہر) نکلنے کے کوئی معنی نہ ہوتے اھ، باوجود اس کے کہ میت مسجد سے باہر تھی۔

اور باقی رہا کہ جب نمازی مسجد سے باہر ہو اور میت مسجد میں ہو، اور حدیث شریف میں اس کی عدم کراہت پر کوئی دلیل نہیں، کیونکہ اس کی مثل مفہوم ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے بلکہ کبھی کراہت پر

نجاست واقع ہونے کا احتمال ہے، پس (میت کو مسجد میں داخل کرنا) مکروہ ہے جیسا کہ بچے اور مجنون کو مسجد میں داخل کرنا مکروہ ہے کیونکہ (بچے اور مجنون میں) مسجد کے آلودہ ہونے سے امن نہیں ہے، اسی طرح یہ (یعنی میت کو مسجد میں داخل کرنے میں مسجد کو آلودہ ہونے سے امن نہیں ہے)

اور اگر جنازہ مسجد سے باہر رکھا جائے اور امام مسجد سے باہر اور اُس کے ساتھ ایک صف ہو اور باقی (لوگ) مسجد میں ہوں۔

اس میں فقہاء کرام نے اختلاف کیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ میت پر نمازِ جنازہ مکروہ نہیں ہے، اسی طرح امام ابو یوسف سے ''النوازل'' (۱۱) میں مروی ہے کہ اس میں مسجد کے آلودہ ہونے کا احتمال نہیں ہے۔(۱۲)

ولالتُ النّص سے استدلال کیا جاتا ہے، کیونکہ جب اُس پر مسجد میں نماز مکروہ ہے اگرچہ وہ (نمازی) اس میں ہو باوجود اس کے کہ نماز ذِکر اور دُعا ہے تو میت کو مسجد میں داخل کرنا بطریقِ اَولیٰ مکروہ ہوگا کیونکہ یہ عبث محض ہے خصوصاً جب نماز کی کراہت کی علت مسجد کے آلودہ ہونے کا خوف ہو۔
اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث شریف مختار قول کی مؤیّد ہے اور وہ مطلق کراہت ہے (چاہے میت اور نمازی مسجد میں ہوں یا میت باہر ہو اور نمازی مسجد میں ہوں یا میت مسجد میں ہو اور نمازی باہر ہوں) یہ ''ظاہر الروایت'' ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذِکر کیا، پس اس تحریر فرید کو غنیمت جان، پس یہ اُس سے ہے جسے مولا جلّ وعلا نے اپنی مخلوق کے سب سے ضعیف (بندے ابن عابدین شامی) پر کھولا، اس پر اللہ تعالیٰ کے لئے حمد ہے (ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلبٌ مهمٌّ إذا قال: شتمتُ فلاناً فی المسجد إلخ، ۳/۱۴۹، ۱۵۰، مطبوعۃ: دار المعرفۃ، بیروت)

۱۱۔ ''النّوازل'' سے مراد فقیہ ابو اللیث سمرقندی (متوفی ۳۷۳ھ) کی کتاب نہیں ہے کیونکہ اس میں تو یہ عبارت ہے: لا تُصلّی صلاۃُ الجنازۃ فی مسجدٍ فیه الجماعۃُ عندنا للحدیثِ، سواءٌ کان المیّتُ فیه أو خارجاً منه فی ظاهر الرّوایۃ (فتاوی النّوازل، کتاب الصّلاۃ، باب غسل المیت والصّلاۃ علیه، ص ۷۹)

اور کہا گیا کہ مکروہ ہے، کیونکہ مسجد فرائض کی ادائیگی کے لئے تیار کی گئی ہے، پس اس میں ان کے غیر کو بلا عذر قصداً قائم نہیں کیا جائے گا۔

اور ''شرح القدوری'' جو ''المضمرات'' کے نام سے موسوم ہے میں صاحبِ قدوری کے قول ''مسجدِ جماعت میں نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی'' کے تحت ہے۔

مکروہ ہے کہ میت پر مسجد میں نماز نہ پڑھی جائے برابر ہے کہ جنازہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو اور امام مسجد میں ہو۔(۱۳)

''النسفیہ'' میں ہے کہ نمازِ جنازہ کے بارے میں سوال کیا گیا حالانکہ وہ (یعنی جنازہ) مسجد سے باہر ہے اور لوگ مسجد میں ہیں کیا مکروہ ہے؟ پس (جواب میں) فرمایا مشائخ اہلِ سمرقند اسے مکروہ نہیں سمجھتے تھے اور مسجد میں نماز پڑھتے اور جنازہ مسجد کے دروازے پر ہوتا یہاں تک کہ اُن کے ہاں (علامہ) سید ابو شجاع تشریف لائے تو اُن کا یہ عمل دیکھا تو فرمایا، تمہیں کیا ہوا کہ تم مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھتے ہو؟

کہنے لگے کہ ہمارے مشائخ نے اس کی اجازت دی ہے۔

فرمایا ان سے قبل دوسرے مشائخ گزرے ہیں جنہوں نے اسے جائز قرار نہیں دیا۔

کہنے لگے وہ کون ہیں؟

فرمایا، امام الائمہ ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کے متبعین، اور انہوں نے اپنی کُتُب میں اِس کی کراہت کی تصریح کی ہے، پس انہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ مقصورہ کے باہر ایک چبوترہ بنایا جائے جس میں میت کو رکھا جائے، اور لوگوں کی صفیں اس سقیفہ میں ہوں، پھر اُن سے متصل ہو جائیں جو جامع میں ہوں۔

فرمایا، پس حاصل کلام یہ ہے کہ جنازہ کو مسجد میں داخل کرنا اور اُس پر مسجد میں نماز پڑھنا ہمارے نزدیک مکروہ ہے۔(۱٤)

۱۳۔ جامع [illegible] ۱٤٨

جنازے کو مسجد کے دروازے پر رکھنے اور امام اور لوگوں کے مسجد میں ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور جنازے کو مسجد سے باہر رکھنا اور لوگوں کا اس کے ساتھ مسجد سے باہر کھڑے ہونا، پھر صفوں کا اُن کے ساتھ متصل ہو جانا مکروہ نہیں ہے۔

مگر دلیل!

پس امام محمد نے "الموطأ" میں فرمایا، حدیث بیان کی ہمیں امام مالک نے (وہ کہتے ہیں) حدیث بیان کی ہم سے نافع (تابعی) نے (وہ کہتے ہیں) حدیث بیان کی ہم سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے، آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی گئی مگر مسجد میں۔(۱۵)

اور امام محمد نے فرمایا کہ نمازِ جنازہ مسجد میں نہ پڑھی جائے اور اسی طرح ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خبر پہنچی ہے، اور مدینہ منورہ میں جنازہ کی جگہ مسجد سے باہر تھی اور وہ جگہ ہے جس جگہ (۱۶) نبی کریم ﷺ نمازِ جنازہ پڑھایا کرتے تھے۔(۱۷)

اِفادہ: پس اس سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا عمل اس کے خلاف تھا

۱۵۔ الموطأ بروایة الإمام محمد بن الحسن، أبواب الجنائز، باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد، برقم: ۳۱٤، ص ۱۱۱

۱٦۔ اور وہ جگہ جنت البقیع کی جانب روضہ اقدس کے مقابل مسجد سے باہر ہے۔

۱۷۔ الموطأ، بروایة الإمام محمد بن الحسن، أبواب الجنائز، باب الصّلاة علی الجنازة فی المسجد، برقم: ۳۱٤، ص ۱۱۱۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان مسجد میں نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے اور ایسی صورت میں کہ جب انہیں نمازِ جنازہ میں شریک ہونے کے لئے مسجد میں جگہ ملتی تو شریک نہ ہوتے واپس لوٹ جاتے، چنانچہ صالح مولی التوأمہ تابعی اُن سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو پایا کہ صحابہ کرام پر جب نمازِ جنازہ کی جگہ تنگ ہو جاتی تو وہ لوٹ جاتے اور مسجد میں نمازِ جنازہ ادا نہ کرتے۔(المصنّف لعبد الرزاق، کتاب الجنائز، باب من کره الصّلاة علی الجنازه فی المسجد، برقم: ۹۸[illegible] ... مولی التوأمه عن

جو امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے معاملے میں واقع ہوا، لہٰذا اُسے عُذر پر محمول کیا جائے۔

یہی ''محیط'' میں کہا اور ''محیط'' (۱۸) کے الفاظ یہ ہیں کہ پس مسجد میں نماز کے غیر کو قصداً قائم نہ کیا جائے سوائے کسی عُذر کے۔

اور یہ حدیثِ عمر رضی اللہ عنہ کی تاویل ہے کہ جب آپ شہید ہوئے تو مسجد میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی، کیونکہ وہ عُذر کی بنا پر تھا اور وہ عُذر فتنے اور نبی کریم ﷺ کے پاس تدفین سے روکنے کا خوف تھا۔

امام طحاوی نے روایت کیا کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ نے فرمایا انہیں مسجد میں لے چلو تاکہ میں بھی ان کی نمازِ جنازہ پڑھوں، تو لوگوں (یعنی صحابہ کرام) نے اس سے انکار کیا (یعنی، آپ کی بات کو تسلیم نہ کیا)، تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سُہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی۔(۱۹)

فرمایا: ایک جماعت اِس حدیث شریف کی طرف گئی ہے، پس انہوں نے کہا مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

صالح فرماتے ہیں کہ میں نے اُن لوگوں کو دیکھا کہ جنہوں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو پایا جب وہ آئے اور انہوں نے نمازِ جنازہ کے لئے جگہ صرف مسجد میں پائی تو لوٹ گئے اور نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ اور امام بیہقی نے روایت کی کہ حضرت صالح نے فرمایا کہ میں نے دیکھا جنازہ مسجد میں تھا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہیں مسجد میں ہی جگہ مل رہی تھی تو آپ لوٹ گئے اور نماز جنازہ ادا نہ فرمائی (السنن الکبریٰ، کتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنازة في المسجد، برقم: ۷۰۴۰، ۸۶/٤)

۱۸۔ المحيط للسرخسي، كتاب الجنائز، باب كيفية صلاة الجنازه، ص ۱۲۷

۱۹۔ شرح معاني الآثار، كتاب الجنائز، باب الصّلاة على الجنازة هل ينبغي أن تكون

اور انہوں نے (اس سلسلے میں) ان روایات سے بھی استدلال کیا جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں کہ بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں ادا کی گئی۔

اور دوسرے حضرات نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے مساجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

اور انہوں نے اس سلسلے میں یوں استدلال کیا ہے جو ہم نے حدیث بیان کی ....الخ

پس انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي مَسْجِدٍ، فَلَا شَيْءَ لَهُ" (۲۰)

یعنی، "جو شخص مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھے، اس کے لئے کچھ (ثواب) نہیں"۔

فرمایا، پس جب اس باب میں نبی کریم ﷺ سے مروی روایات باہم مختلف ہیں (پس اُس حدیث میں جسے ہم نے فصلِ اول میں روایت کیا مسجد میں نمازِ جنازہ کی اباحت اور اُس حدیث میں جسے ہم نے دوسری فصل میں روایت کیا اس کی کراہت مذکور ہے، تو ہم نے اس کی وضاحت کی ضرورت محسوس کی) تاکہ ہم دونوں حدیثوں میں سے متأخر (یعنی بعد والی) کو جان لیں، اور اُسے پہلی کے لئے ناسخ قرار دے دیں۔

پس ہم نے حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں اس بات پر دلیل پائی کہ انہوں نے (یعنی صحابہ کرام نے) مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا چھوڑ دیا تھا، جب کہ اس سے قبل اس میں یہ عمل ہوتا تھا (۲۱) حتی کہ انہوں نے یہ عمل چھوڑ دیا (۲۲)، وہ (حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا

۲۰۔ شرح معاني الآثار، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنازة، هل ينبغي أن تكون في المسجد أو لا؟، برقم: ۲۸۲۳، ۲۸۲٤، ۱/٤۹۲

۲۱۔ یعنی اس سے قبل مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کی جاتی تھی

عدمِ کراہت کی حجت ہونا) اُن کے فعل سے اُٹھ گیا۔(۲۳) اور اس کی معرفت اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جاتی رہی، اُن کے نزدیک یہ کسی نَو پیدا اِعزاز کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اُن کے نزدیک حدیث شریف ارکان امر کے ساتھ تھی، اس طرح کہ اگر چاہیں تو مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھ لیں۔

اسی وجہ سے آپ نے اس کا حکم فرمایا یہاں تک کہ اُن پر لوگوں نے انکار کیا اور وہ

۲۳۔ اور "شرح معاني الآثار" میں یوں ہے حتی کہ انہوں نے یہ عمل چھوڑ دیا اور عام لوگوں میں اس کی پہچان نہ رہی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک یہ کسی نَو پیدا اِعزاز کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اُن کے نزدیک یہ اُس لئے تھا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے مساجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا بھی جائز تھا اور وہ دوسری جگہ بھی پڑھ سکتے تھے اور دوسری جگہ پڑھنا مسجد میں پڑھنے کی کراہت کی دلیل نہیں ہے جیسے مسجد میں پڑھنا دوسری جگہ پڑھنے کی کراہت کی دلیل نہیں تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے وصال کے دن اُمّ المؤمنین (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) نے وہ بات فرمائی جب کہ صحابہ کرام اور اُن کے متبعین نے اس سے انکار کیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم منسوخ ہونے کے بارے میں خود رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا تو آپ کا پہلے مساجد میں نماز پڑھنا پھر اُسے چھوڑ دینا نسخ کی دلیل ہے، پس یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے اَولیٰ ہے کیونکہ اُمّ المؤمنین نے رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کی خبر دی ہے جو جواز کی حالت میں تھا اور ابھی تک ممانعت نہیں آئی تھی جب کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ممانعت کی خبر دی گئی ہے جس سے پہلے جواز تھا۔ لہٰذا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے اَولیٰ ہوئی کیونکہ یہ اُس کے لئے ناسخ ہے، اور صحابہ کرام کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات سے انکار اس بات کی دلیل ہے کہ اُن کو اُمّ المؤمنین کے (اس معاملے میں علم کے) خلاف معلومات حاصل تھیں، اگر یہ بات نہ ہوتی تو اُن کی مخالفت نہ کرتے، یہ جو ہم نے مسجد میں نمازِ جنازہ کی ممانعت اور کراہت کا ذکر کیا ہے حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے، حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے، البتہ ان مسائل کو نقل کرنے والوں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اس سلسلے میں یوں نقل کا ہے کہ آپ نے فرمایا جب مسجد خاص نمازِ جنازہ کے لئے بنائی گئی ہو تو اُس [illegible]

(لوگ) رسول اللہ ﷺ کے اصحاب تھے، انہوں نے وہ جان لیا جسے اُمّ المؤمنین نہ جان سکیں، پس اس سے ظاہر ہوا کہ مسجد میں نمازِ جنازہ کی اباحت اُس پر متقدم تھی جو حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن بیضاء کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھائی، اور بے شک میت پر مسجد میں نمازِ جنازہ کا ترک وہ اس سے متأخّر ہے اس بنا پر جو حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے۔

اور بے شک حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے لئے ناسخ ہے۔

یہ جو ہم نے مسجد میں نمازِ جنازہ سے ممانعت اور اس کی کراہت کے بارے میں ذِکر کیا، یہی امام ابو حنیفہ اور امام محمد علیہما الرحمہ کا قول ہے اور یہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا بھی قول ہے، سوائے اس کے کہ اصحابِ املاء (ان مسائل کو نقل کرنے والوں) نے امام ابو یوسف سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا، جب مسجد صرف نمازِ جنازہ کے لئے بنائی گئی ہو۔ (٢٤) تو اس میں نمازِ جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ انتہی (٢٥)

اور جو امام ابو یوسف سے منقول ہے۔

''محیط'' میں فرمایا کہ فقہاء کرام نے اس میں اختلاف کیا کہ کیا اس کے لئے (جو نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے بنائی گئی ہو) مسجد کا حکم ہے؟ اور صحیح یہ ہے کہ وہ مسجد نہیں ہے کیونکہ حقیقت میں وہ نماز کے لئے نہیں بنائی گئی کیونکہ نمازِ جنازہ حقیقت میں نماز نہیں ہے، لہٰذا اُس میں (یعنی نمازِ جنازہ کے لئے بنائی گئی مسجد میں) میت کو داخل کرنا جائز ہے، اور لوگوں کو اس کی حاجت ہے کہ اس کے مسجد نہ ہونے میں لوگوں کے لئے اس امر میں آسانی ہے، انتہی (٢٦)

امام ابو الحسین قدوری نے ''التّجرید'' میں فرمایا کہ ہمارے اصحاب نے فرمایا مسجدِ

٢٤۔ جسے ہمارے عُرف میں جنازہ گاہ بولتے ہیں۔

٢٥۔ شرح معاني الآثار، كتاب الجنائز، باب الصّلاة على الجنازة هل ينبغي أن تكون في المسجد أو ...

جماعت میں مُردوں پر نماز مکروہ ہے۔

اور امام شافعی نے فرمایا جائز ہے ہمارے لئے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَن صَلّٰی عَلَیٰ مَیّتٍ فِیْ مَسْجِدٍ، فَلَاشَیْءَ لَہٗ" ذکر أبو داؤد (۲۷)

یعنی، ''جس نے مسجد میں میت پر نماز پڑھی (یعنی نماز جنازہ پڑھی) اس کے لئے کوئی شئ نہیں ہے'' اسے ابوداؤد نے ذِکر کیا ہے۔(۲۸)

قلتُ: (علامہ قاسم فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں اور اس حدیث شریف کو انہوں نے امام ابن شیبہ سے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا کہ

"مَن صَلّٰی عَلَی جَنَازَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا صَلَاةَ لَہٗ" (۲۹)

یعنی، ''جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کی نماز ہی نہیں''۔(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب جگہ تنگ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب لوٹ جاتے نماز نہیں پڑھتے تھے۔(۳۰)

اور اس کے دوسرے الفاظ عنقریب آئیں گے۔ واللہ اعلم

۲۷۔ سنن أبي داؤد، کتاب الجنازہ، باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد، ۲/۱۰۱

۲۸۔ التّجرید، مسائل الجنائز، مسئلة (۲۸۹) تکرہ الصّلاة علی الموتی فی مسجد الجماعة، ۳/۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶

۲۹۔ المصنَّف لابن أبي شيبة، کتاب الجنائز، باب من کره الصلاة علی الجنازة فی المسجد، برقم: ۱۲۰۹۷، ۷/۳۲۶، ۳۲۷

۳۰۔ جیسا کہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نقل کرتے ہیں کہ صالح نے فرمایا میں نے اُن اشخاص کو پایا جنہوں نے نبی کریم ﷺ کا ظاہری زمانہ مبارکہ اور زمانہ اَبی بکر رضی اللہ عنہ کو پایا، وہ جب آتے، اورانہیں جنازہ پڑھنے کے لئے صرف مسجد میں جگہ ملتی تو لوٹ جاتے اور (مسجد میں) نماز جنازہ نہ پڑھتے [illegible] الجنازة فی

فرمایا (صاحبِ قدوری نے) کہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ (حدیث) متروک الظاہر ہے، کیونکہ ہم سقوطِ فرض کے ساتھ استحقاقِ ثواب پر جمع ہوئے ہیں، (۳۱) کیونکہ فرض اگرچہ ساقط ہو گیا پس جائز ہے کہ ثواب حاصل نہ ہو، اور سقوطِ فرض کے نہیں وضو کیا جاتا کہ وہ اس کے لئے بغیر ثواب کے ہے۔ (۳۲)

اور مروی ہے کہ

"اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمَّا نَعَی النَّجَاشِیَّ إِلٰی أَصْحَابِهِ خَرَجَ فَصَلّٰی عَلَيْهِ فِی الْمُصَلّٰی" (۳۳)

"بے شک جب نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو نجاشی کے وصال کی خبر دی تو آپ تشریف لائے اور اُن پر عیدگاہ میں نماز ادا کی۔

اگر مسجد میں نمازِ جنازہ جائز ہوتی تو (مسجد سے) نکلنے کے کوئی معنی نہ ہوتے (۳٤)

۳۱۔ "التّجريد" میں ہے کہ "أجمعنا" جب کہ اس رسالے میں "اجتمعنا" ہے اور "تجرید" والی عبارت کے مطابق معنی ہوگا کہ ہم نے سقوطِ فرض کے ساتھ استحقاقِ ثواب پر اجماع کیا ہے۔

۳۲۔ "التجريد" میں "من غير تواب" ہے جب کہ اس رسالے میں "من غير فوات" ہے۔

۳۳۔ صحيح البخاری، برقم: ۱۱۸۸، عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: ان رسول الله نعی النّجاشی فی اليوم الذی مات فيه، خرج إلی المصلّی، فصف بهم و كبر أربعاً، و انظر ۱۲۵۵ و ۱۲٦۳ و ۱۲٦۸ و ۳٦٦۷ و ۳٦٦۸۔ أيضاً صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب التكبير علی الجنازة، برقم: ۹۵۱۔ أيضاً سُنَن أبی داؤد، كتاب الجنائز، باب الصلاة علی المسلم يموت فی بلاد الشرك، برقم: ۳۲۰٤، ۳/۳۵۲، بلفظ "أنّ رسول الله ﷺ نعی للنّاس النّجاشی فی اليوم الذی مات فيه، و خرج بهم إلی المصلّی فصفّ بهم و كبّر أربع تكبيرات"۔ أيضاً سُنَن النّسائی، كتاب الجنائز، باب الصفوف علی الجنازة، برقم: ۱۹٦۷، ۲/٤/۷۱ بلفظ: أن النبیّ ﷺ نَعَی لـلنّاس النّجاشیَّ اليوم الذی مات فيه ثم خرج [illegible] فصَفَّ بهم فَصَلّٰی عليه و كَبّرَ أربع تكبيرات"

۳٤۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں [illegible]

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جَنِّبُوا مَسَاجِدَکُمْ صِبْيَانَكُمْ وَ مَجَانِيْكُمْ ......" (۳۵)

اور انہوں نے اس سے دلیل لی کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اسے مسجد میں داخل کرو کہ میں اس کی نمازِ جنازہ ادا کروں، تو اُن پر اس کا انکار کیا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے ابن البیضاء کی نماز جنازہ نہ ادا فرمائی مگر مسجد میں۔

اسے مفعول میں کوئی اثر نہیں ہے، اور صرف عیدگاہ میں قائم ہوئی، پس حضور ﷺ کا فرمان "جس نے مسجد میں نماز ادا کی" نمازی کے مسجد میں ہونے کا تقاضا کرتا ہے چاہے میت مسجد میں ہو یا نہ، پس منطوق حدیث کو لیتے ہوئے یہ (یعنی، مسجد میں نماز جنازہ کے) مکروہ ہے، اس کی تائید اُس سے ہوتی ہے جسے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں ذِکر کیا ہے، انہوں نے ذِکر کیا کہ مروی ہے کہ "بے شک نبی کریم نے جب اپنے اصحاب کو نجاشی کے انتقال کی خبر دی، تشریف لائے سب عیدگاہ میں اُن کی نماز جنازہ ادا فرمائی" فرمایا اگر مسجد میں جائز ہوتا تو نکلنے کے کوئی معنے نہ ہوتے۔ اھ، باوجود اس کے کہ میت مسجد سے باہر تھی، (ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب مهمٌّ إذا قال: إلخ، تحت قوله: وهو الموافق إلخ، ۳/ ۱۵۰)

۳۵۔ سُنَن ابن ماجة، كتاب المساجدو الجماعات، باب ما يكره في المساجد، برقم: ۷۵۰، ۱/ ۴۰۸، حضرت واثلہ بن اسقع سے اس طرح بھی مروی ہے: جَنِّبُوا المَسَاجِدَ صِبْيَانَكُمْ وَ مَجَانِيْنَكُمْ وَ شِرَاءَ كُمْ وَ بَيْعَكُمْ إلخ، و رواه الطبراني في "الكبير" (من اسمه واثله ......: واثلة بن الأسقع الليثي، برقم: ۱۳۶، ۲۲/ ۵۷) اور یہ حدیث شریف حضرت ابوالدرداء، واثلہ اور ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے امام بیہقی کی "سُنَن" (كتاب آداب القاضي، باب ما يستحب للقاضي من أن لا يكون قضاؤه في المسجد، برقم: ۲۰۲۶۸، ۱۰/ ۱۷۷) میں مرفوعاً مروی ہے اور ابن عدی نے اسے "الكامل" (ترجمة (۹۷۳/۶) عبد الله بن مُحرّر، جزري، عامري، ۵/ ۲۱۹) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام عبدالرزاق نے "المصنّف" (كتاب الصلاة، باب البيع و القضاء في المسجد إلخ، برقم: (۴۰۸)۔ ۱۷۲۹، ۱/ ۳۳۱) میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

اوراس کا جواب یہ ہے کہ بے شک صحابہ کرام کے انکار نے اِس پر دلالت کی کہ شرع مطہرہ میں ظاہراس کا خلاف ہے (۳۶) کیونکہ وہ (یعنی صحابہ کرام) اُس کا انکار نہ کرتے جس میں اجتہاد کی گنجائش ہوتی۔

اور اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کا فرمان کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ابن البیضاء کی نمازِ جنازہ نہ ادا کی مگر مسجد میں'' اُن کے خلاف پر دلالت ہے، کیونکہ اگر یہ (یعنی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا) جائز ہوتا تو (نبی کریم ﷺ) تمام لوگوں کی نمازِ جنازہ مسجد میں ادا فرماتے اور اس کے لئے ابن البیضاء کو خاص نہ فرماتے۔

کیونکہ یہ جائز ہے کہ آپ ﷺ نے بارش یا اِس کے علاوہ کسی عذر کی بنا پر اس کی نمازِ جنازہ مسجد میں ادا کی ہو۔

اور (یہ بھی) جائز ہے کہ جنازہ مسجد سے باہر رکھا گیا ہو اور مسجد میں اُس کی نمازِ جنازہ ادا کی ہو، پس اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے گمان کیا ہو کہ لوگوں (یعنی صحابہ) نے میت پر (مسجد میں) نماز ادا کرنے کا انکار کیا ہے۔

اور وہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں ادا کی۔(۳۷)

۳۶۔ یعنی، شرع مطہرہ میں ظاہراس کا خلاف جو اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اور شرع میں ظاہر مسجد میں نمازِ جنازہ کی ادائیگی کا ترک ہے۔

۳۷۔ الموطأ بروایة محمد بن الحسن، برقم:۳۱۲۔ اور ابن ابی شیبہ نے "المصنّف" (لابن أبی شیبة، کتاب الجنائز، الصلاة علی المیّت فی المسجد من لم یر به بأسا، برقم: ۱۲۰۹۲۹، ۷/۴۲۵) میں روایت کیا کہ حدیث بیان کی ہم سے حفص نے، انہوں نے روایت کی ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے والد سے فرمایا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی گئی مگر مسجد میں اور اس سے اگلی حدیث (برقم:۱۲۰۹۳، ۷/۴۲۵) میں ہے حدیث بیان کی ہم سے وکیع نے وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن زید سے، وہ روایت کرتے ہیں مطلب بن عبد اللہ بن حطب سے، انہوں نے فرمایا: حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی نمازِ جنازہ منبر شریف کے سامنے پڑھی گئی

جائز ہے کہ (یہ نمازِ جنازہ) مسجد جنازہ (یعنی جنازہ گاہ) میں ہو۔(۳۸)

(علامہ قاسم حنفی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ بات اس سے قوی ہو جاتی ہے، اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے معاملے میں فعل سے دلیل نہیں لی، بے شک آپ کی وفات ۲۳ھ میں ہوئی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۵ھ یا ۵۶ھ یا ۵۷ھ میں ہوئی۔

(امام قدوری نے) فرمایا کہ اُن حضرات کے انکار کے ساتھ جنہوں نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر انکار کیا کے اس سے اجماع ثابت نہیں ہوتا، انہوں نے کہا کہ نماز شرعی ہے، پس اُسے تمام نمازوں کی طرح مسجد میں ادا کرنا مکروہ نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ہم اس کے موجب کا قول کرتے ہیں، کیونکہ نماز ہمارے نزدیک مکروہ نہیں ہے، مکروہ تو میت کو مسجد میں داخل کرنا ہے، کیونکہ تمام نمازوں میں مسجد کے آلودہ ہونے سے امن ہوتا ہے، اور استحاضہ والی عورت اور سلسل البول کے مریض کی نماز باطل ہوتی ہے۔

انہوں نے کہا مسجد دوسرے خطوں سے بہت زیادہ صاف ہوتی ہے، (۳۹) تو اس

گئی، اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی (جیسا کہ "حلیة الأولیاء" (۹۶/٤)، اسی طرح "الریاض النضرة، (الباب الأول: فی مناقب أبی بکر الصدیق رضی الله عنه، الفصل الرابع فی ذکر وفاته، ۲۲۱/۱ و فیه: و صلّی علیه عمر بن الخطاب فی مسجد رسول الله ﷺ تجاه المنبر و کبر أربعاً إلخ) اور "سنن الکبریٰ للبیهقی" (کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد، برقم: ۷۰۳۹، ۸٦/٤، و فیه: أن عمر رضی الله عنه صلّی علیه فی المسجد و صلّی علیه صهیبٌ) میں ہے۔

۳۸۔ التّجرید، مسائل الجنائز، مسئلة (۲۸۹)، تکرة الصلاة علی الموتی فی مسجد الجماعة، ۱۱۰٦/۳

۳۹۔ "التجرید" میں ہے "المسجد أفضل من غیره من البقاع" جب کہ اس رسالہ میں ہے "المسجد انظف من غیره من البقاع"

میں نمازیں پڑھنا افضل ہے۔

ہم نے کہا کہ تمہارے اُصول سے بے شک نمازِ استسقاء اور نمازِ عیدین غیر مسجد میں افضل ہے، اگرچہ مسجد افضل البقاع ہے۔ انتہی (٤٠)

پس اگر کہا جائے کہ شرف الائمہ عُقیلی نے فرمایا بے شک مسجد میں نمازِ جنازہ کراہت تنزیہی کے ساتھ مکروہ ہے۔

(علامہ قاسم فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ شرف الائمہ مکی کا قول اظہر ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے۔ (٤١)

٤٠۔ التجريد، مسائل الجنائز، مسئلة (٢٨٩)، تكرة الصلاة على الموتى فى مسجد الجماعة، ١١٠٦/٣

٤١۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ٩٧٠ھ لکھتے ہیں: و ظاهر كلام المصنّف أن الكراهة تحريمية لأنه عطفه على ما لا يجوز من الصلاة ركباناً و هى إحد الروايتين مع أن فيه إيهاماً لأن المعطوف عليه لم تصح أصلا و فى المعطوف هى صحيحة و الأخرىٰ أنها تنزيهية و رجع فى "فتح القدير" بأن الحديث ليس نهياً غير مصروف و لا قرن الفعل بوعيد ظنّى بل بسلب الأجر و سلب الأجر لا يستلزم ثبوت استحقاق العقاب لجواز الإباحة ثم قرر تقريراً حاصله أنه لا خلاف بيننا و بين الشافعى على هذه الرواية لأنه يقول بالجواز فى المسجد لكن الأفضل خارجه و هو معنى الكرهة التنزيهية و به يحصل الجمع بين الأحاديث اه، لكن ترجح كراهة التحريمية برواية الأخرىٰ رواه الطيالسى كما فى الفتاوىٰ القاسميه "مَنْ صَلّٰى عَلٰى مَيِّتٍ فِى الْمَسْجِدِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ الخ" (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته، ٣٢٨/٢)

یعنی، اور مصنف کے کلام ظاہر پر یہ ہے کہ کراہت تحریمیہ ہے کیونکہ مصنف اسے ما لا یجوز من الصلاة رکباناً۔ (جو نماز حالت سواری میں جائز نہیں) پر عطف کیا ہے اور یہ دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے باوجود اس کے کہ اس میں ابہام ہے کیونکہ معطوف علیہ اصلاً درست نہیں اور معطوف میں [illegible] "فتح القدیر" میں اس بات

جیسا کہ تو نے امام محمد علیہ الرحمہ کے قول سے سُنا، بے شک امام محمد کا مطلق ممانعت میں طریقہ اسی طرح ہے جب کہ تو نے اباحت کے منسوخ ہونے اور ظواہر استدلال کو سُن لیا ہے۔

طیالسی نے روایت کیا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابن ابی ذئب نے، وہ روایت کرتے ہیں صالح مَولَی التَّو أمہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کتنے ایسے لوگوں کو پایا کہ جنہوں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت کو پایا، جب وہ لوگ (نماز جنازہ کے لئے) آتے اور مسجد کے علاوہ (نماز جنازہ میں شرکت کے لئے) جگہ نہ پاتے تو لوٹ جاتے اور نماز جنازہ میں شریک نہ ہوتے۔(٤٢)

والله أعلم

تمت بوقت الظهر (١٢.٤٤) يوم الاثنين /٨/١٤٣٤ھ(١/٧/٢٠١٣)

کو ترجیح دی ہے بایں طور کہ حدیث مذکور میں نہی غیر مصروف نہیں اور فعل (یعنی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کا فعل) وعید ظنّی کے ساتھ مقارن نہیں ہوا بلکہ سلب اجر (ثواب) کے ساتھ مقارن (ملا ہوا) ہے اور سلبِ اجر جواز اباحت کی وجہ سے استحقاق عقاب کے ثبوت کو مستلزم نہیں۔ پھر صاحبِ فتح القدیر کی تقریر جس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے اور امام شافعی کے مابین اس روایت میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ وہ مسجد میں نمازِ جنازہ کو جائز کہتے ہیں لیکن ان کے نزدیک بھی افضل یہی ہے کہ نمازِ جنازہ خارجِ مسجد میں ہو اور یہ کراہت تنزیہیہ کے معنی ہیں اور اس سے احادیث میں تطبیق حاصل ہوگئی اھ۔
لیکن کراہت تحریمیہ کو ترجیح دوسری روایت سے ہے جسے طیالسی نے روایت کیا ہے جیسا کہ "فتاویٰ قاسمیہ" میں ہے: "جس نے مسجد میں میت پر نماز (جنازہ) پڑھی پس اس کی نماز نہیں" الخ۔
اور امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ نے "فتاویٰ رضویہ" (۴/۵۷، مکتبہ رضویہ، کراچی) میں مسجد میں نماز جنازہ کو مکروہ تحریمی کہا ہے۔

٤٢۔ مسند ابی داؤد الطیالسی [illegible]

ماخذ ومراجع

☆ **إتحافُ الخِيرَةُ المُهُرة** بزوائِد المسانيد العشرة۔ للبوصيرى الإمام أحمد بن أبى بكرابن إسماعيل (ت ٨٤٠ھ)، تحقيقِ أبى عبدالرّحمٰن وغيره، مكتبة الرُّشد، الرّياض، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ۔١٩٩٨م

☆ **تبيين الحقائق** شرح كنزالدّقائق، للزّيلعى، الإمام فخرالدِّيْن عثمان بن على الحنفى (ت٧٤٣ھ)، تحقيق الشّيخ أحمد عزّوعناية، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ۔٢٠٠٠م۔

☆ **التجريد** (الموسوعة الفقهية المقارنة)، للقدورى، الإمام أبى الحسين أحمد بن محمد بن جعفر الحنفى (ت٤٢٨ھ)، تحقيق الدّكتور محمد أحمد سراج والدّكتور على جعمة محمد، مكتبه محمودية، قندهار

☆ **جامع المضمرات و المشكلات**، للعلامة يوسف بن عمر الصوفى الكماروى الحنفى، مخطوط مصوّر

☆ **حِلْيَةُ الاَوْلياء وطَبَقَاتُ الأصفياء**۔ للأصبهانى، الإمام أبى نعيم أحمدبن عبد اللّٰه بن أحمد (ت ٤٣٠ھ)، دارالكتب العربى، الطّبعة الخامسة ١٤٠٧ھ۔ ١٩٨٧م

☆ **ردّالمحتار** على الدّرّالمختار۔ لابن عابدين، العلامةُ السيّد محمد أمين الآفندى الشّامى الحنفى (ت١٢٥٢ھ)، دار المعرفة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

☆ **الرّياضُ النَّضَرة** فى مناقب العشرة۔ للطبرى، الإمام محب الدين أحمد بن عبدالله الشّهير بالمُحبّ الطّبرى (٦٩٤ ھ)، دار المعرفة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

☆ **سُنَن أبِىْ داوٗد**۔ للإمام سليمان بن أشعث السّجستانى (ت٢٧٥ ھ)، دار ابن حزم، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

☆ **سُنَن إبن مَاجَة**۔ للإمام أبى عبد اللّٰه محمد بن يزيد القَزْوِينى (ت٢٧٣ ھ)، دار

☆ السّنن الكبرى، للإمام أبى بكر أحمد بن حسين بن على البيهقى (ت ٤٥٨)، تحقيق محمد عبد القادر عطا، الطّبعة ١٤٢٠هـ ١٩٩٩م

☆ السُّنَنُ الكُبرىٰ۔ للنّسائى، الإمام أبى عبدالرحمٰن أحمد بن شعيب الخُرَاسَانى (ت٣٠٠٣هـ)، تحقيق حسن عبدالمُنعِم شبلى، مؤسّسة الرّسالة، بيروت الطّبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ ٢٠٠١م

☆ شرحُ السُّنّة ۔ للبغوى، الإمام أبى محمد الحسين بن مسعود (ت ٥١٦هـ)، تحقيق الشّيخ على محمد معوّض والشّيخ عادل أحمد عبدالموجود، دارالكتب العلمية بيروت، الطّبعة الثّانيّة ١٤٢٤هـ ٢٠٠٣م

☆ شرحُ مَعَانِي الآثار ۔ للطّحاوى، الإمام أبى جعفر أحمد بن محمد المصرى الحنفى (ت ٣٢١هـ)، تحقيق محمد زهرى النّجّار ومحمد سيد جاد الحق، عالم الكتب، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٤هـ ١٩٩٤م

☆ صَحِيْح مُسْلِم۔ للإمام أبى الحسين مسلم بن الحجاج القشيرى (ت٢٦١هـ)، دارالأرقم، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ ٢٠٠١م

☆ صَحِيْحُ البُخَارِىُ۔ للإمام أبى عبد اللّٰه محمد بن إسماعيل الجُعفى (ت٢٥٦هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٠هـ ١٩٩١م

☆ الفَتَاوىٰ الرَّضَوِيَّة۔ لإمام أهل السّنّة، الإمام أحمد رضا بن نقى على خان الحنفى(ت١٣٤٠هـ)، مكتبة الرضوية، كراتشى

☆ فتاوى النوازل۔ للسمرقندى، الإمام أبى الليث نصر بن محمد ابن إبراهيم الحنفى (ت٣٧٠هـ)، مكتبه اسلاميه، كوئتة

☆ فتاوىٰ النسفية، للنّسفى، الإمام أبى حفص عمر الحنفى، مخطوط مصوّر

☆ الكامل فى ضعفاء الرجال، الإمام الحافظ أبى أحمد عبد الله بن عدى الجرجانى (ت٣٦٥هـ)، تعليق و تحقيق الشيخ عادل أحمد عبد الموجود و الشيخ على محمد معوّض، دار لكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ ١٩٩٧م

☆ **كتاب المعجم**، للإمام أبى سعيد أحمد بن محمد بن زياد ابن الاعرابى، تحقيق عبد المحسن بن إبراهيم بن أحمد الحسينى، دار ابن الجوزى، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ ـ ١٩٩٧م

☆ **محيط السرخسى**، الإمام أبى بكر محمد بن أحمد بن أبى سهل، مخطوه مصوّر

☆ **المحيط البرهانى**، لابن مازة، الإمام محمود بن أحمد بن عبد العزيز النجارى الحنفى (ت٦١٦هـ)، تحقيق الشيخ أحمد عزّ و عناية، دار احياء التراث العربى، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٤هـ ـ ٢٠٠٣م

☆ **مختارات النوازل**، للإمام برهان الدين، لابن أبى بكر المرغينانى الحنفى (ت٥٩٣هـ)، مخطوط مصوّر

☆ **مسند أبى داؤد الطيالسى**، الإمام سليمان بن داؤد بن الجارود (ت٢٠٤هـ)، تحقيق محمد حسن محمد حسن إسماعيل، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٥هـ ـ ٢٠٠٤م

☆ **المُسْند**، للإمام أحمد بن حنبل (ت ٢٤١هـ)، المكتب الإسلامى، بيروت

☆ **المصنّف** ـ للإمام عبد الرّزاق بن همام الصنعانى (٢١١هـ)، تحقيق أيمن نصر الدّين الأزهرى، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ ـ ٢٠٠٠م

☆ **المُصنّف** لابن أبى شيبة، الإمام أبى بكر عبدالله بن محمد العبسى الكوفى (٢٣٥هـ)، تحقيق محمد عوّامة، المجلس العلمى، دارقرطبة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٧هـ ـ ٢٠٠٦م

☆ **معرفة السُّنَن والآثار**، للبيهقى، الإمام أبى بكر أحمد بن الحسين الشّافعى (ت٣٥٨هـ)، تحقيق سيّد كسْروى حَسنْ، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠١م

☆ **المُعْجَمُ الْكَبِيْر** ـ للطّبرانى، الإمام أبى القاسم سليمان بن أحمد (ت ٣٦٠هـ)، تحقيق حمدى عبد المجيد السّلفى، دارإحياء التُّراث العربى، بيروت، الطّبعة الثّانية [illegible]

☆ مُوَطّاء الإمام مَالِك رواية محمد بن حسن الشَّيْبَانى (ت ١٨٩ ﻫ)، للإمام مالك بن أنس (ت١٧٩ ﻫ)، تحقيق وتعليق عبدالوهّاب عبد اللطيف، المكتبة العلمية، بيروت، الطبعة الثالثة

☆ المهيا فى كشف أسرار الموطأ، للعلامة عثمان بن سعيد الكمانى الحنفى (ت١١٧١ﻫ)، تحقيق أحمد علی، مركز التراث الثقافى العربى، المغرب ١٤٢٥ﻫ ـ ٢٠٠٥م

☆ ناسخ الحديث و منسوخه لابن شاهين، الحافظ أبي حفص عمر بن أحمد بن عثمان (ت٣٨٥ﻫ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢١ ﻫ ـ ١٩٩٢م

نوٹ!!

☆...... منی آرڈر کی فیس زیادہ ہونے کی وجہ سے آپ کو سہولت دی گئی ہے کہ آپ ایک منی آرڈر پر ایک سے زیادہ ممبران کی فیس ایک ساتھ بھیج سکتے ہیں۔

☆...... ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے علیحدہ فارم کی ضرورت نہیں، آپ اسی فارم کو پُر کر کے بھیج سکتے ہیں۔

☆...... زیادہ ممبران ہونے کی صورت میں اس فارم کی فوٹو کاپی بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔

☆...... تمام ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فارم جلد از جلد پُر کر کے روانہ کر دیں زیادہ تاخیر کی صورت میں کتاب نہ ملنے پر شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔

☆...... اپنا ایڈریس مکمل اور صاف تحریر کر کے روانہ کریں ورنہ ممبر شپ حاصل نہ ہونے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

☆...... پرانے ممبران خط کے علاوہ منی آرڈر پر بھی اپنا ممبر شپ نمبر ضرور تحریر کریں۔

☆...... اپنا رابطہ نمبر بھی ضرور تحریر کریں۔

☆...... سال 2014ء کی ممبر شپ حاصل کرنے کے خواہش مند افراد دسمبر 2013ء تک اپنا ممبر شپ فارم جمع کرا دیں بصورت دیگر ممبر شپ کا حصول مشکل ہوگا۔

☆...... براہِ کرم منی آرڈر جس نام سے روانہ کریں، خط بھی اسی نام سے روانہ کریں تا کہ خط اور منی آرڈر کے ضائع ہونے کا امکان نہ رہے۔

محترم المقام جناب.............................. السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) نے آئندہ سال 2014ء کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت ممبر شپ حاصل کرنے کی فیس -/100 روپے سالانہ ہی کو برقرار رکھا گیا ہے۔

اس خط کے ذریعے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں منی آرڈر کے ساتھ ارسال کر دیں تا کہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنالیا جائے۔ صرف اور صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہوگی، خط کے ذریعے نقد رقم بھیجنے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی یا دوسرے جو حضرات دستی طور پر دفتر میں آکر فیس جمع کروانا چاہیں تو وہ روزانہ شام 5 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کر سکتے ہیں، ممبر شپ فارم جلد از جلد جمع کروائیں۔ دسمبر تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد موصول ہونے والے ممبر شپ فارمز پر مہینے کے اعتبار سے بتدریج ایک ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم جنوری میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا فروری میں موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: اپنا نام، پتہ، موجودہ ممبر شپ نمبر (منی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تا کہ کتابیں بروقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز پرانے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ منی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کر دیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے منی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ منی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔ تمام حضرات دسمبر تک اپنا فارم جمع کرادیں۔

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے:

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔ 74000

فقط
سید محمد طاہر نعیمی (معاون محمد سعید رضا)
شعبہ نشر واشاعت 021-32439799
0321-3885445

....

نام.............................. ولدیت..............................

مکمل پتہ...

....

فون نمبر.............................. سابقہ سیریل نمبر..............................

نوٹ: ایک سے زائد افراد ایک ہی منی آرڈر میں رقم روانہ کر سکتے ہیں اور فارم نہ ملنے کی صورت میں اس کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے۔

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے تحت صبح و رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرنگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے تحت مسلمانوں کے روزمرہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لیے عرصہ دراز سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کرکے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے زیرِ اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو رات بعد نمازِ عشاء فوراً ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

روحانی پروگرام

تسکینِ روح اور تقویتِ ایمان کے لیے شرکت کریں

ہر شبِ جمعہ نمازِ تہجد اور ہر اتوار عصر تا مغرب ختمِ قادریہ اور خصوصی دعا